مولانا عبدالستار حامد

قسط نمبر ۲ (آخری)

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

سوال :

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں، ایک اعتراض اس آیت کی روشنی میں ہے :

"ولا تقولن لشیئ انی فاعل ذالك غدا الا ان یشاء اللہ "

کہ "کسی چیز کے متعلق یہ نہ کہیں کہ میں اسے کل کروں گا، جب تک اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہہ لیں"

کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب یہود نے روح ، ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے بارے میں سوالات کئے اور آپؐ نے "ان شاء اللہ" نہیں کہا تو آپؐ سے وحی روک دی گئی ۔

جواب :

اس کے جواب میں یوں ارقام فرماتے ہیں کہ اس آیت کی روشنی میں جو اعتراضات معترضین نے پیش کئے ، وہ سب لغو اور بے بنیاد ہیں کیونکہ آیت کے اخیر جملہ میں خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے :

"واذکر ربك اذا نسیت "

کہ "جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کر لیا کریں"

یہ جملہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعض وقت میں نسیان ہو گیا اور آپؐ نے ان شاء اللہ نہیں فرمایا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کے طور پر آپؐ کو آگاہ فرما دیا ۔

اب ہم ایک آخری اعتراض ، جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے متعلق کیا جاتا ہے ، اکا جواب دیکر اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں ۔ اعتراض یہ ہے ۔

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے درج ذیل آیت کو پیش کرکے اعتراض کیا ہے کہ

انبیاء علیہم السلام بھی بسا اوقات خدا تعالیٰ کے وعدہ کو غلط سمجھنے پر مجبور ہوتے تھے۔ آیت میں ہے کہ:
"حتیٰ اذا استیأس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا"
"حتیٰ کہ پیغمبر نا امید ہونے لگے اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا تو اس وقت ہماری مدد آ پہنچی"
اس آیت میں اعتراض کی بنیاد لفظ "کذبوا" ہے۔ اور اسی سے ثابت کیا جاتا ہے کہ انبیاء اور رسل بھی بعض اوقات خدا کے وعدہ کو غلط اور کذب پر محمول کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے تھے۔ اور یہ ایک بہت بڑے گناہ کی بات ہے۔

جواب:

اصل بات تو یہ ہے کہ حق و صداقت کی راہ میں بےشمار آزمائشیں اور لاتعداد ابتلائیں ہیں حتیٰ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کو بھی آزمایا جاتا ہے۔ جب وہ اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو مخالفت کے طوفان امڈ آتے اور بغض و عناد کے بحر بےکراں ان کے راستہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے خرمنِ صبر اور تودۂ استقامت پر گرتے ہیں اور انسانی بدبختی و محرومی کا وہ مظاہرہ ہوتا ہے کہ رشد و ہدایت بھی شرم سے منہ چھپا لیتی ہے۔ بڑے بڑے پاکبازوں کے پاؤں لڑکھڑا جاتے ہیں۔ عین اسی وقت حضرات انبیاء علیہم السلام دل میں سوچتے ہیں کہ یا اللہ تیری نصرتیں کہاں گئیں؟ تیری شفقتیں اور مہربانیاں کیوں جلوہ گر ہو کر ہماری دستگیری نہیں کرتیں؟ کیا ہمیں مصائب و آلام برداشت کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا جائیگا اور تیرے رحم و کرم کا ہاتھ ہماری طرف نہیں بڑھے گا؟ ——— ٹھیک اس وقت مایوسیوں کے ابر سے امید و نصرت کا دمکتا ہوا سورج طلوع ہوتا ہے اور یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ مجرموں کا سزا پا جانا قطعی اور یقینی ہے۔

اسی معنیٰ کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے:
"مستہم الباساء والضراء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین امنوا معہ متیٰ نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب"
یعنی امم سابقہ پر مخالفین کی وجہ سے ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور مصائب پیش آئے حتیٰ کہ اس زمانہ کے پیغمبر تک اور ان کے ایماندار ساتھی بھی پکار اٹھتے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد موعود کب ہوگی؟ ——— یاد رکھو بلاشبہ اللہ کی نصرت بالکل قریب ہے۔

علامہ ابن حزم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"اس آیت کا مفہوم وہ نہیں جسے جاہل اور نابلد معترضین بیان کرتے ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انبیاء اور رسولوں سے ان کی قوم کے بعض لوگ ان کی نصرت و اعانت کا وعدہ کر لیا کرتے تھے۔ لیکن اپنے وعدہ کے مطابق جب وہ لوگ ان کے تعاون سے دست کش ہو جاتے اور حضرات انبیاء کرام کو یقین ہو جاتا کہ ان کی تسلیاں زبانی ہی تھیں، واقعیت اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا تو ایسے وقت میں خدا کی مدد اور اس کی رحمت ان کی معاونت فرماتی اور وہ خدا کی توفیق و تائید سے اپنے مقصد کو حاصل کر لیتے۔"

علامہ ابن حزمؒ پورے جلال میں آکر فرماتے ہیں:

کہ "جس کے دل میں ایمان کا ایک شمہ بھی ہوگا وہ اپنے دماغ میں اس کا وہم بھی نہیں لا سکتا کہ نعوذ باللہ خدا بھی غلط وعدہ کر سکتا یا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس لئے اس طرح کا گمان ایسی ہستیوں کے بارے میں کیسے درست ہو سکتا ہے؛ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و انعام کیلئے مخصوص کر لیا ہو اور جن کی قرآنِ مجید میں لفظ "اصطفیٰ" "چن لیا" کے ساتھ تخصیص بیان کی ہے۔ اور جو اپنے علم میں دوسروں سے زیادہ مکمل اور معرفتِ خدا میں تمام دوسرے لوگوں سے فائق اور ممتاز ہیں ـــــ جس نے بھی اس طرح کے گمان کی نسبت نبی کی طرف کی، گویا اس نے اس نبی کی طرف کفر کی نسبت کی۔ اور جس نے نبی کی طرف کفر کی نسبت کی، وہ بلاشبہ مرتد اور کافر ہے۔ ہم نے جو آیت کا مفہوم بیان کیا ہے وہ آیت کے الفاظ سے بالکل ظاہر ہے۔ پھر اس آیت میں کہیں کوئی ایسی بات موجود نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ خود خدا نے انبیاء سے ایسے وعدے کئے جنہیں وہ دروغ سمجھنے پر مجبور ہوئے۔ ہمیں خدا ایسی باتوں سے محفوظ رکھے۔" (الملل والنحل ج ۴)

علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب "الجمال والکمال" میں ان آیات کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ:

"حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا جاءهم نصرنا فنجي من نشاء"

"اور جب رسول منکروں سے مایوس ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ یہ لوگ ہمیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں تب ہماری مدد رسولوں کے لئے آتی ہے۔ اس وقت اسی کو نجات ملتی ہے جسے ہم چاہتے ہیں۔"

استیئاس، ییئس، ییأس، یاسا و یاسة - سے ہے۔ اس کے معنی "قطع امل" کے ہیں۔ آ: کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ صحیح بخاری کی روایت عروۃ عن ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی تفسیر کے مطابق

ہے۔ معاذاللہ آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ رسولوں کو رحمتِ الٰہی سے کبھی مایوسی ہو جایا کرتی تھی۔ یا ان کو وعدہ ربانی میں تخلف کا وہم بھی کبھی ہو جایا کرتا تھا۔ اس معنی کی صحت خود اسی سورۂ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے ذرا غور کرو، یعقوب علیہ السلام پر کبھی یاس چھائی؟ کبھی ان کے کلام سے ناامیدی کی بو بھی آئی؟

(ا) جب پہلی مرتبہ ان کے لڑکوں نے خبر دی کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے کھا لیا، تب بھی انہوں نے یہی فرمایا: "بل سولت لکم انفسکم امرا" "نہیں تم نے خود ایک بات بنالی ہے"

(ب) جب دوسری بار انہوں نے بنیامین کے قید ہونے کی اطلاع دی، تب بھی یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: "عسی اللہ ان یأتینی بھم جمیعا"

(ج) جب بیٹوں نے ان کی یاد یوسفؑ کو "ضلالتِ قدیم" بتلایا تب بھی انہوں نے "انی اعلم من اللہ مالا تعلمون" فرمایا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات کا وہ علم ہے جو تم کو نہیں۔

(د) جب یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو بارِ سوم مصر روانہ کیا اور تلاشِ یوسفؑ کا حکم دیا تھا، تب بھی فرمایا تھا کہ "فلا تیئسوا من روح اللہ" یعنی رحمتِ الٰہی سے ناامید نہ ہونا" نیز فرمایا تھا: "انہ لا ییئاس من روح اللہ الا القوم الکافرون" "یعنی رحمتِ الٰہی سے تو کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں؟

جب ان کو حیاتِ یوسفؑ کی بشارت دی گئی اور اپنی گئی ہوئی بصارت ملی، تب بھی انہوں نے اپنے اسی اعتقادِ محکم کی یاد اپنی اولاد کو تازہ کرائی تھی: "الم اقل لکم انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون" "کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ کی بابت خوب جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی نبی اللہ کے اعتماد و توکل اور امیدِ فضلِ الٰہی میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا تھا۔ یہی وہ تعلیم ہے جو اس سورۂ مبارکہ میں دی گئی ہے۔

ہاں اس سورۂ مبارکہ میں "ظنوا انھم قد کذبوا" کا نمونہ بھی دیکھ لو، یعقوب علیہ السلام کو یہ گمان ضرور ہو گیا تھا کہ اب ان کی اولاد ان کی بات پر اعتماد نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے جب انہوں نے نکہتِ یوسفی کو سونگھی اور اس کی اطلاع اپنی اولاد کو دینے لگے تو انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا "لولا ان تفندون" کہ "یہ نہ سمجھنا کہ بوڑھا سٹھیا گیا۔"

الغرض یعقوب علیہ السلام اور فرزندانِ یعقوب کے حالات پر تدبر کرنے سے اس معنیٰ کی جو بحوالہ حدیث بخاری کئے گئے ہیں بخوبی توثیق ہو جاتی ہے۔"

نوٹ: یاد رہے کہ اس مقام پر ایک قرأت "قد کذّبوا" بھی ہے۔ یعنی بہ تشدید ذال، بمعنیٰ تکذیب کرنا۔

تو اس صورت میں کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اعتراض صرف اسی صورت میں پڑتا ہے جب بہ تخفیف الذال پڑھا جائے، سو اس کا وافی اور مسکت جواب دیا جا چکا ہے۔

عصمت کے متعلق ایک شخص کی قبولیتِ حق:

علامہ ابنِ حزم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر انبیاء علیہم السلام سے معاصی کے صدور کو جائز رکھا جائے اور ہمیں ان کے افعال کی پیروی کی دعوت دی جائے تو گویا ہمارے لئے کبھی ارتکابِ گناہ مباح ٹھہرا دیا گیا۔ ایسی صورت میں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ہمارا کل کا کل دین ضلالت وگمراہی ہے یا اس کا کچھ حصہ ایسا ہے، ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے جتنے کام کئے ہوں سب معصیت ہی معصیت ہوں (علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ) ایسے شخص سے جو انبیاء علیہم السلام سے چھوٹے گناہوں کے بالعمد صدور کا قائل تھا، ایک مرتبہ میں نے کہا کہ اچھا تم یہ بتاؤ کہ اجنبی عورت کو بوسہ دینا صغیرہ گناہ ہے یا نہیں؟ اس نے کہا" یقیناً یہ گناہ صغیرہ ہے" میں نے کہا" اچھا اب یہ بتاؤ کہ (خاکم بدہن) آنحضور صلعم کے متعلق اس قسم کا گمان کیا جا سکتا ہے؟" اس نے کہا" معاذ اللہ، آپ کے متعلق اس قسم کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا" اور پھر وہ اپنے خیالات سے تائب ہو کر آغوشِ حق میں آگیا۔ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین!

● بہت سے احباب کی مدت خریداری اس شمارے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ بطورِ اطلاع ان کے نام آنے والے پرچے پر" آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر لگا دی گئی ہے۔ اپنا پرچہ چیک کر لیں اور نوٹ فرمالیں کہ اس اطلاع کے بعد، پندرہ دن کے اندر اندر، آئندہ خریداری جاری رکھنے کی صورت میں سالانہ زرِ تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں یا اگلے ماہ جنوری کا شمارہ) بذریعہ وی پی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں ——— اور (خدانخواستہ) آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دیں کہ وی پی پی روانہ نہ کیا جائے۔ ورنہ بعد میں کوئی معذرت قابلِ قبول نہ ہوگی، یاد رکھئے

وی۔پی۔پی واپس کرنا اخلاقی جرم ہے

● بعض اوقات تازہ پرچہ محفوظ رکھنے کی خاطر وی پی پیکٹ میں پرانا پرچہ ارسال کر دیا جاتا ہے، اور وی پی پی وصول ہونے کے فوراً بعد تازہ پرچہ عام ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے۔ والسلام! (منیجر)